فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۱۴)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: حالت حیض میں دینی کتب دیکھنا کیسا ہے؟

جواب: کوئی حرج نہیں، صرف قرآن کریم پڑھنا جائز نہیں، باقی تمام اسلامی کتب کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

سوال: حالت حیض میں آیت الکرسی پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: آیۃ الکرسی قرآن کی ایک آیت ہے، اس حالت میں اس کی تلاوت جائز نہیں، دَم یا ذکر کی نیت سے بھی نہیں پڑھی جا سکتی۔

سوال: جس کے جسم میں زخم ہوں، اس سے رسنے والا خون کپڑوں پر لگ جاتا ہے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: زخم سے رسنے والا خون ناپاک نہیں، اس میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

❁ مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

إِنَّهُ دَخَلَ عَلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ مِنَ اللَّيْلَةِ الَّتِي طُعِنَ فِيهَا فَأَيْقَظَ عُمَرَ لِصَلَاةِ الصُّبْحِ فَقَالَ عُمَرُ نَعَمْ وَلَا حَظَّ فِي الْإِسْلَامِ لِمَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ فَصَلّٰى عُمَرُ، وَجُرْحُهُ يَثْعَبُ دَماً.

''جس رات سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو تیر لگا وہ رات میں نے آپ کے ہاں گزاری۔ میں نے آپ کو نماز صبح کے لئے جگایا، تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

فرمانے لگے: ہاں! نماز چھوڑنے والے کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں، اس وقت آپ کے زخم سے خون رس رہا تھا۔''

(موطأ الإمام مالك : ۳۹/۱، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ عبدالرحمٰن بن مجبر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّهٗ رَآى سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَخْرُجُ مِنَ أَنْفِهِ الدَّمُ، حَتّٰى تَخْتَضِبَ أَصَابِعُهٗ، ثُمَّ يَفْتِلُهٗ، ثُمَّ يُصَلِّي، وَلَا يَتَوَضَّأُ.

''انہوں نے سالم بن عبداللہ رحمہ اللہ کو دیکھا کہ ان کے ناک سے خون نکل رہا ہے اور ان کی انگلیاں خون آلود ہوگئی ہیں۔ انہیں ملا، نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔''

(موطأ الإمام مالك : ۳۹/۱، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: بھینس کے منہ کی جگالی کا کیا حکم ہے؟

جواب: بھینس کی جگالی پاک ہے، اس کے نجس ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔

سوال: پرندوں کی بیٹ کا کیا حکم ہے؟

جواب: حرام پرندوں کی بیٹ نجس ہے، حلال پرندوں کی بیٹ پاک ہے۔

سوال: کپڑے سے نجاست دھوئی، مگر اس کا اثر زائل نہ ہوا، تو ایسے کپڑوں میں نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: جب کپڑے کو اچھی طرح دھولیا جائے اور نجاست کی اصل زائل ہو جائے، تو وہ کپڑا پاک ہے، خواہ اس کے بعض اثرات کپڑے میں باقی رہیں۔

سوال: کیا نماز عصر کے بعد سجدہ تلاوت جائز ہے؟

جواب: سجدہ تلاوت کا حکم تلاوت قرآن والا ہے، چونکہ تلاوت ہر وقت صحیح ہے، تو

سجدہ تلاوت بھی ہر وقت کیا جا سکتا ہے۔

(سوال): رمضان میں نماز مغرب کی جماعت چند منٹ تاخیر سے ادا کرنا ہے؟

(جواب): رمضان میں لوگوں نے افطاری کرنی ہوتی ہے، اس وجہ سے پانچ دس منٹ تاخیر سے نماز مغرب کی جماعت کھڑی کی جائے، تو کوئی حرج نہیں۔ یہ بہتر ہے، تاکہ سبھی لوگ جماعت میں بآسانی شامل ہو جائیں۔

(سوال): ایک شخص نے دعویٰ کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرض نماز معاف کر دی ہے، لہٰذا میں پانچ نمازیں نہیں پڑھتا۔ اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر کوئی شخص ہوش و ہواس میں ایسی بات کرے، تو وہ کذاب ہے، اس پر توبہ ضروری ہے، اگر توبہ نہ کرے، تو ملحد، زندیق اور مرتد ٹھہرے گا اور واجب القتل ہو گا، اس پر حد نافذ کرنا ریاست اسلامیہ کی ذمہ داری ہے۔

(سوال): قبر کو بوسہ دینا کیسا ہے؟

(جواب): قبر کو بوسہ دینا حرام ہے، یہ قبروں کی غیر شرعی تعظیم ہے، جس کی بنیاد اولیاء اللہ کی شان میں غلو ہے۔ غلو ہلاکت خیز عمل ہے، جس نے پہلی تمام قوموں کو تباہ کر دیا۔

❁ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو بوسہ دیا، تو فرمایا:

لَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُكَ، مَا قَبَّلْتُكَ .

”اگر میں نبی ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھتا، تو میں تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔“

(صحيح البخاري : 1597، صحيح مسلم : 1270)

معلوم ہوا کہ جس چیز کا بوسہ شریعت سے ثابت نہ ہو، اسے بوسہ دینا ناجائز اور غیر مشروع ہے۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَالَ شَيْخُنَا فِي شَرْحِ التِرْمِذِيِّ : فِيهِ كَرَاهِيَةُ تَقْبِيلِ مَا لَمْ يَرَهُ الشَّرْعُ بِتَقْبِيلِهِ .

''ہمارے شیخ (حافظ عراقی رحمہ اللہ) جامع ترمذی کی شرح میں فرماتے ہیں: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جس چیز کو بوسہ دینے کی تعلیم شریعت نے نہ دی ہو، اسے بوسہ دینا مکروہ ہے۔''

(فتح الباري: 463/3)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (751 ھ) علامہ ابن عقیل رحمہ اللہ (513 ھ) سے نقل کرتے ہیں:

''جب جہلا اور کند ذہنوں پر شرعی احکام پر عمل کرنا مشکل ہوا تو انہوں نے شریعت کے مقرر کردہ شعائر چھوڑ کر خود ساختہ امور کی تعظیم شروع کر دی۔ ان امور میں ذرا سہولت تھی۔ جس کی وجہ سے وہ شرعی احکام کی پابندی سے نکل گئے۔ ان وضعی اور ان خود ساختہ امور کی وجہ سے وہ کافر ٹھہرے، مثلاً قبروں کی ممنوع تعظیم و تکریم کرنا (انہیں سجدہ روا سمجھنا، ان پر نذر و نیاز دینا وغیرہ)، ان پر چراغ جلانا، انہیں بوسہ دینا، ان پر پھول نچھاور کرنا، مردوں سے حاجات طلب کرنا، قبروں پر چارٹ آویزاں کرنا کہ مولا! میرا فلاں کام کر دے، برائے تبرک قبروں کی مٹی حاصل کرنا، قبروں پر خوشبو چھڑکنا، ان کی طرف ثواب کی نیت سے سفر کا اہتمام کرنا، لات وعزی کے پجاریوں کی تقلید میں قبر کے درختوں کے ساتھ کپڑے باندھنا (وغیرہ)۔ یہ لوگ یقین رکھتے ہیں کہ جو ''مشہد الکف'' پر حاضری نہیں دیتا، بروز بدھ مسجد ملموسہ کی اینٹیں نہیں چھوتا،

جنازہ اٹھاتے وقت ابوبکر صدیق، محمد اور علی کا نعرہ نہیں لگاتا۔ وہ ہلاک و برباد ہوگا۔ وہ بھی ہلاک ہوگا، جو اپنے باپ کی قبر پر چونا گچ عمارت کھڑی نہ کرے، جو اپنے کپڑے کو دامن تک نہ پھاڑے، جو قبر پر عرقِ گلاب نہ چھڑکے۔"

(إغاثة اللّهفان من مَصايد الشّيطان :195/1)

سوال: ایک شخص کہتا ہے کہ "رمضان میں روزے رکھنے سے کچھ حاصل نہیں، بھلا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو کیونکر بھوکا رکھے گا؟، میں روزے رکھنے کو بھوک پیاس کے سوا کچھ نہیں سمجھتا۔" یہ کلمات کہنے والے کا کیا حکم ہے؟

جواب: یقیناً کلمہ کفر ہے، اسلام کے بنیادی رکن کا انکار ہے، جو کہ بالاتفاق کفر وارتداد ہے۔ مگر ایسے شخص کو اتمام حجت کے لیے سمجھایا جائے گا اور توبہ کا کہا جائے گا، اگر مان جائے، تو درست، ورنہ وہ مرتد ہو جائے گا اور اس کی سزا قتل ہے، جس کا نفاذ اسلامی حکومت کا مذہبی وقانونی فریضہ ہے۔

سوال: شرعی پردے کو برا کہنے والے کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایسے شخص پر کفر کا خوف ہے، اسے توبہ کرنی چاہیے۔

سوال: ایک شخص کہتا ہے کہ "ہاں میں گناہ گار ہوں اور مجھے اپنے گناہوں پر فخر ہے۔" اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ کلمہ کفر ہے اور واضح تکبر ہے۔

سوال: ڈاڑھی کو برا سمجھنے والے کا کیا حکم ہے؟

جواب: کفریہ حرکت ہے۔ ڈاڑھی مسلمان کا شعار اور تمام انبیائے کرام کی سنت ہے۔ اس کا استہزاء یا استخفاف قطعی طور پر کفر ہے۔

(سوال): سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کو ''شہید'' کہنے والے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کو شہید نہیں کیا گیا، بلکہ زندہ آسمان پر اٹھالیا گیا، اس کا ثبوت قرآن کریم میں موجود ہے، جس کا انکار کفر محض ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿بِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيمًا، وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللّٰهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا، بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيزًا حَكِيمًا، وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا﴾.

(النساء : 156-159)

''یہ سزا ان کے کفر کے باعث اور مریم (علیہا السلام) پر بہت بڑے بہتان باندھنے کے باعث اور یوں کہنے کے باعث کہ ہم نے اللہ کے رسول مسیح عیسی ابن مریم کو قتل کر دیا ہے، حالانکہ انہوں نے عیسی علیہ السلام کو قتل نہیں کیا، نہ ہی وہ آپ کو سولی دے سکے ہیں، بلکہ ان کو شبہ ڈال دیا گیا تھا اور جن لوگوں نے اس پھانسی کے واقعہ میں اختلاف کیا ہے، وہ لوگ شک میں مبتلا ہیں، ان کو کوئی علم نہیں، سوائے ظن کی پیروی کے، انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو یقیناً قتل نہیں کیا، بلکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ تعالیٰ بڑا زبردست اور پوری حکمتوں والا ہے، یقیناً یہود ونصاریٰ عیسیٰ کی وفات سے پہلے آپ پر ایمان لے آئیں گے

اور قیامت کے دن آپ ان پر گواہ ہوں گے۔''

سوال:''لِي خَمْسَةٌ أُطْفِي بِهَا حَرَّ الْوَبَاءِ ...... ''لکھ کر اس کا تعویذ گلے میں لٹکانا کیسا ہے؟

جواب: یہ شرکیہ کلمات ہیں، ان کا تعویذ پہننا جائز نہیں۔

سوال: کیا غیر اللہ کو پکارنا اُن کی عبادت ہے؟

جواب: مافوق الاسباب مدد کے لیے پکارنا ہی عبادت ہے، خواہ وہ اسے معبود سمجھتا ہو، یا نہ سمجھتا ہو۔ قرآن کریم نے بتایا کہ یہ ان کے الہ و معبود ہیں۔

دنیا میں صرف سورج، چاند، ستاروں اور درختوں کی پوجا نہیں ہوتی، بلکہ انبیا، صلحا، فرشتوں اور جنوں کی بھی پوجا ہوتی ہے۔ شرکاء میں یہ تمام داخل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کو یہ کہا کہ اگر تم سچے ہو، تو اللہ کے علاوہ جن کو کارساز سمجھتے ہو، انہیں بھی بلا لو۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے غیر اللہ کی پکار کو جائز قرار دیا، بلکہ ان کی اور ان کے معبودوں کی کمزوری اور بے بسی کو ثابت کرنے کے لیے یہ فرمایا۔ صرف آواز دینا یا پکارنا شرک نہیں۔ وہ پکار شرک ہے، جو مافوق الاسباب مدد کے لیے غیر اللہ سے کی جائے۔

مشرکین غیر اللہ کی یہی پکار کرتے تھے کہ مشکل میں اُن کا نام لیتے تھے، جیسا کہ ہمارے ہاں مشکل میں اغثنی یا رسول اللہ، اغثنی یا شیخ عبد القادر جیلانی، یا شیخ عبد القادر شیئا للہ (اے شیخ عبد القادر جیلانی! مجھے اللہ کے لیے کچھ دیجئے۔) یا علی مدد، اور علی مشکل کشا کی پکار ہوتی ہے۔

مافوق الاسباب مدد کے لیے پکارنا عبادت ہے، اللہ کے علاوہ کسی کی پکار جائز نہیں۔ جب کسی صحابی سے نبی کریم ﷺ کو پکارنا ثابت نہیں، تو اور کون ہو سکتا ہے، جس کی پکار

جائز ہو؟

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ﴾(المؤمن : ٦٥)

''خالص اللہ تعالیٰ کو پکارو۔''

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُو مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهٗ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ﴾(الأحقاف : ٥)

''اس سے بڑا گمراہ کون ہوسکتا ہے، یہ اللہ کے سوا اسے پکارتے ہیں جو قیامت تک ان کو جواب نہیں دے سکتے، وہ تو ان کی دعا و پکار سے غافل ہیں۔''

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَ كُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ﴾

(فاطر : ١٤)

''اگر تم ان کو پکارو، تو وہ تمہاری پکار تک نہیں سن سکتے اور اگر سن لیں تو اس کا جواب نہیں دے سکتے اور قیامت کے دن تمہارے شرک سے انکار کردیں گے اور آپ کو (اللہ) خبیر کی طرح کوئی خبر نہیں دے گا۔''

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهٖ لَا يَسْتَجِيبُونَ لَهُمْ بِشَيْءٍ إِلَّا كَبَاسِطِ

كَفَّيْهِ إِلَى الْمَاءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهِ وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ﴾(الرَّعد: ١٤)

''جولوگ غیراللہ سے دعائیں کرتے ہیں، وہ غیران پکارنے والوں کی کوئی دعا قبول نہیں کرتے، مگر اس شخص کی طرح جس نے پانی کی طرف ہتھیلیاں پھیلائیں، تاکہ پانی اس کے منہ تک آسکے، حالاں کہ وہ پانی اس کے منہ تک نہیں پہنچتا، (غیراللہ سے) کافروں کی دعا سراسر بے سود ہے۔''

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُونَ﴾
(النّحل: ٢٠)

''جنہیں وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں، وہ کوئی چیز پیدا نہیں کرسکتے وہ تو خود پیدا کیئے گئے ہیں۔''

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾(الأعراف: ١٩٤)

''جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، وہ تمہارے ہی جیسے بندے ہیں، ان کو پکارو، اگر تم سچے ہوتو وہ تمہیں جواب دے کر دکھائیں۔''

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ

عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا﴾(بني إسرائيل : ٥٦)

''کہہ دیجئے، جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، وہ تم سے تکلیف دور کرنے اور تکلیف پہنچانے کے مالک نہیں ہیں۔''

سوال: ایمان کے حوالے سے اہل سنت، جہمیہ اور مرجئہ کا مذہب کیا ہے؟

جواب: سلف صالحین، صحابہ وتابعین کا مذہب یہ ہے کہ ایمان قول وعمل کا نام ہے، وہ اس سے مراد دل کا قول وعمل، زبان کا قول اور اعضاو جوارح کا عمل لیتے تھے، اس بارے میں ان کا اجماع ہے۔

مرجئہ کا کہنا ہے کہ ایمان صرف دل کی تصدیق اور زبان کے اقرار کا نام ہے، اعمال اس میں داخل نہیں، بلکہ اس کے ثمرات ہیں، اپنے اسی موقف کی وجہ سے وہ ایمان میں کمی وبیشی اور استثنا کے منکر ہوئے۔

جوں ہی یہ بدعت امت میں ظاہر ہوئی، سلف صالحین اور اہل ارجا کے مابین اختلاف ونزاع کا سلسلہ چل نکلا۔

سلف صالحین نے مرجئہ کے قول کو باطل ثابت کیا اور ان کو بدعتی وگمراہ قرار دے کر امت کو ان کے اس شنیع مذہب سے دور کیا۔

❀ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) لکھتے ہیں:

''سلف صالحین نے ان لوگوں پر سخت نکیر کی ہے، جنہوں نے ایمان سے اعمال کو خارج کیا، جن اہل علم نے اس کا رد کیا، ان میں سے سعید بن جبیر، میمون بن مہران، قتادہ بن دعامہ، ایوب سختیانی، ابراہیم نخعی، محمد بن مسلم زہری، یحییٰ بن ابی کثیر وغیرہم رحمہم اللہ ہیں۔ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ بدعی

عقیدہ ہے، ہم نے لوگوں (صحابہ و تابعین) کو اس کے خلاف پایا ہے اور امام اوزاعی رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ اسلاف (صحابہ کرام) ایمان اور عمل میں فرق نہیں کرتے تھے۔''

(جامع العُلوم والحِکَم، ص 23)

اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ مرجئہ کے نزدیک ایمان ایک ہی چیز ہے، اس کے اجزا نہیں، جبکہ سلف صالحین کے نزدیک ایمان قول و عمل سے مرکب ہے۔

۞ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) سلف کا مذہب نقل کرتے ہیں:

''ایمان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی معرفت، دل سے ان کی تصدیق، زبان سے اقرار، محبت و انکساری سے اطاعت، ظاہری و باطنی طور پر عمل، ان کے نفاذ اور حسب استطاعت ان کی طرف دعوت سے مرکب ہے، نیز ایمان کا کمال اللہ تعالیٰ کے لیے محبت اور اسی کے لیے نفرت میں ہے۔''

(الفوائد، ص 196)

۞ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) مرجئہ کا مذہب نقل کرتے ہیں:

''مرجئہ اور جہمیہ کہتے ہیں کہ ایمان ایک ہی چیز ہے، اس کے اجزا نہیں، جہمیہ کے نزدیک ایمان صرف تصدیق قلبی ہے اور مرجئہ کے نزدیک دلی اور زبانی تصدیق ہے۔......ان کا اصل اعتراض یہی ہے کہ مرکب چیز ایک جز کے ختم ہونے سے زائل ہو جاتی ہے، جیسے دس کا عدد ایک مرکب حقیقت ہے، اگر ایک بھی ختم ہو جائے، تو دس باقی نہیں رہتے، اسی طرح دوسرے مرکب اجسام ہیں۔''

(مَجموع الفتاوٰی: 510/7)

مرجئہ کی سب سے بڑی دلیل لغت ہے، ان کا کہنا ہے کہ لغت میں ایمان صرف

تصدیق کا معنی دیتا ہے۔

❀ امام محمد بن نصر مروزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس بارے مرجئہ کے ہاں سب سے بڑی دلیل لغت ہے، ان کا دعویٰ ہے کہ لغت میں ایمان صرف تصدیق پر بولا جاتا ہے اور بعض کا خیال ہے کہ تصدیق صرف دل سے ہوتی ہے، جبکہ بعض کہتے ہیں کہ صرف دل اور زبان سے ہوتی ہے، حالانکہ ہم نے عرب کی لغت میں دیکھا ہے کہ ہر وہ عمل جس سے دل اور زبان کا عمل ثابت ہو، اسے تصدیق کہا گیا ہے۔''

(تعظیم قدر الصَّلاة : 716/2)

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

''اس اصول میں مرجئہ کتاب وسنت اور اقوال صحابہ و تابعین سے ہٹ گئے ہیں، انہوں نے اپنی عقل اور لغت پر اعتماد کیا ہے، یہ اہل بدعت کا طریقہ ہے۔ ......یہی وجہ ہے کہ ہم معتزلہ، مرجئہ، روافض اور دیگر اہل بدعت کو دیکھتے ہیں، وہ قرآن کی تفسیر اپنی رائے، عقل اور لغت سے کرتے ہیں، اسی لیے آپ انہیں احادیث نبوی اور صحابہ، تابعین واسلاف کے آثار پر اعتماد کرتا نہیں دیکھیں گے، نہ یہ احادیث کی پرواہ کرتے ہیں، نہ اجماع سلف کی، وہ تو اپنی عقل اور لغت پر انحصار کرتے ہیں، آپ کبھی نہیں پائیں گے کہ وہ تفسیر بالماثور کی کتابوں، احادیث اور آثار سلف پر اعتماد کرتے ہوں، بلکہ وہ تو ادب کی کتب اور اپنے بڑوں کے وضع کردہ علم کلام کی کتابوں پر اعتماد کرتے ہیں۔''

(ألإيمان ص 114)

سلف صالحین نے کتاب وسنت کی متواتر نصوص اور اجماع کے ذریعے مرجئہ کا مکمل رد کر دیا ہے۔

سوال: کیا قرآن کریم کی وضاحت اور بیان حدیث سے کی جاسکتی ہے؟

جواب: ہر فن میں کچھ اصطلاحات ہوتی ہیں، انہیں لغت سے حل نہیں کیا جاسکتا، بلکہ ان الفاظ کی اصطلاحی تعبیر ہی لی جاتی ہے، قرآن کریم میں جو بھی اصطلاحی لفظ ذکر ہوا ہے، اس کی تفسیر لغت سے نہیں کی جائے گی، بلکہ نبی کریم ﷺ سے تعبیر لی جائے گی، جیسے نماز، روزہ زکوۃ وغیرہ۔ لغت عرب کی بنیاد پر قرآن کریم کو صحابہ کرام بھی نہ سمجھ سکے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ﴾(البقرة: ۱۸۷)

''کھاؤ پیو، یہاں تک کہ فجر کا سفید دھاگہ کالے دھاگے سے واضح ہو جائے۔''

❁ سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''جب یہ آیت نازل ہوئی ﴿حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ﴾ (البقرة: ۱۸۷)''یہاں تک کہ سفید دھاگا کالے دھاگے سے جدا ہو جائے۔'' میں نے ایک سفید اور کالی رسی لے لی اور اسے اپنے سرہانے کے نیچے رکھ لیا، پھر میں رات کو دیکھتا رہا، لیکن یہ ظاہر نہ ہوئیں، تو اگلی صبح میں رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا، آپ سے اس بات کا ذکر کیا، تو آپ نے فرمایا: اس سے مراد رات کی سیاہی اور دن کی سفیدی ہے۔''

(صحيح البخاري: 1916، صحيح مسلم: 1090)

❁ صحیح مسلم کے الفاظ ہیں:

إِنَّ وِسَادَتَكَ لَعَرِيضٌ، إِنَّمَا هُوَ سَوَادُ اللَّيْلِ، وَبَيَاضُ النَّهَارِ .

''آپ کا سرہانہ تو لمبا چوڑا ہے،اس سے مرادرات کی سیاہی اوردن کی سفیدی ہے۔''

❁ قرآن کریم میں ہے:

﴿وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ﴾(الرّعد : ۱۳)

''بجلی اللہ کی حمد کرتی ہے۔''

قرآن کریم میں اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں کہ جہاں اجمال ہے، اس کی تفصیل حدیث کے بغیر محال ہے۔

❁ حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

''فرمان نبوی: ''قریب ہے کہ ایک کھاتا پیتا شخص اپنے تکیے پر بیٹھا تمہیں کہے کہ اس قرآن کو لازم پکڑو۔'' آپ ﷺ کے اس فرمان میں سنت کی مخالفت سے ڈرایا کیا گیا ہے، وہ سنتیں، جو رسول اللہ ﷺ نے بیان کی ہیں، مگر قرآن میں نہیں ہیں، جیسا کہ خوارج اور روافض کرتے ہیں، وہ ظاہر قرآن کو لیتے ہیں اور سنتوں کو چھوڑ دیتے ہیں، جن میں قرآن کا بیان ہے، تو وہ حیرانی اور ضلالت میں گم ہیں۔''

(مَعالم السّنن : 298/4)

❁ امام طبری رحمہ اللہ (۳۱۰ھ) فرماتے ہیں:

تَأْوِيلُ الْقُرْآنِ غَيْرُ مُدْرَكٍ إِلَّا بِبَيَانِ مَنْ جَعَلَ اللّٰهُ إِلَيْهِ بَيَانَ الْقُرْآنِ .

''قرآن کی تفسیر صرف اس صورت سمجھ آسکتی ہے، جب اللہ کے نبی اس کو

بیان کردیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کا بیان سونپا ہے۔''

(تفسير الطّبري : 181/2)

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

قَدِ اتَّفَقَ الصَّحَابَةُ وَالتَّابِعُونَ لَهُمْ بِإِحْسَانٍ وَسَائِرُ أَئِمَّةِ الدِّينِ أَنَّ السُّنَّةَ تُفَسِّرُ الْقُرْآنَ وَتُبَيِّنُهُ وَتَدُلُّ عَلَيْهِ وَتُعَبِّرُ عَنْ مُجْمَلِهِ وَأَنَّهَا تُفَسِّرُ مُجْمَلَ الْقُرْآنِ مِنَ الْأَمْرِ وَالْخَبَرِ .

''صحابہ، تابعین اور تمام ائمہ دین اس بات پر متفق ہیں کہ سنت قرآن کی تفسیر کرتی ہے، وہ اس کا بیان کرتی ہے، اس کی طرف دلالت کرتی ہے، اس کے مجمل حکم یا خبر کی تعبیر وتفسیر کرتی ہے۔''

(مَجموع الفتاویٰ : 432/17)

❀ نیز فرماتے ہیں:

''یہ بات جان لینی چاہئے کہ قرآن وحدیث کی تفسیر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جائے، تو پھر اہل لغت کے اقوال سے حجت نہیں لی جاسکتی، کیونکہ اس کی تفسیر معلوم ہو چکی ہے۔''

(مَجموع الفتاویٰ : 13/27)

❀ علامہ شاطبی رحمہ اللہ (۷۹۰ھ) فرماتے ہیں:

''قرآن سے استنباط کرتے وقت صرف اس کے لفظوں پر رکے رہنا کافی نہیں، بلکہ ضروری ہے کہ اس کی شرح دیکھی جائے اور سنت میں اس کا بیان دیکھا جائے، کیونکہ جب آیت مطلق ایک چیز کو بیان کر رہی ہوگی، تو اس کی

تفاصیل سنت میں ہوں گی، جیسے نماز، زکاۃ، حج اور روزہ وغیرہ۔ تو اس وقت اس کے بیان کو دیکھے بغیر چارہ ہی نہیں، پھر اگر سنت میں کوئی چیز نہ ملے، تو سلف صالحین کی تفسیر دیکھی جائے گی، کیونکہ قرآن کو سلف دوسروں کی نسبت بہتر سمجھتے تھے اور اگر وہاں بھی نہ ملے، تو پھر عربی زبان کا فہم کافی ہوگا۔''

(الموافقات : 369/3)

❁ علامہ ابن الوزیر یمنی رحمہ اللہ (۸۴۰ھ) فرماتے ہیں:

التَّفْسِيرُ النَّبَوِيُّ وَهُوَ مَقْبُولٌ بِالنَّصِّ وَالْإِجْمَاعِ .

''قرآنی نص اور اجماع ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ تفسیر قبول ہے۔''

(إيثار الحقّ على الخلق، ص 152)

(سوال): حج بیت اللہ کے منکر کا کیا حکم ہے؟

(جواب): حج بیت اللہ اسلام کا بنیادی رکن ہے، اس کا انکار کفر وارتداد ہے۔

(سوال): کعبۃ اللہ کے قبلہ ہونے کا انکار کرنے والے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): ایسا شخص کافر ہے اور واجب القتل ہے۔

(سوال): حدیث جبریل میں سے مندرجہ ذیل جملے کا معنی ومفہوم کیا ہے؟

❁ جبریل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ قیامت کب آئے گی؟ تو فرمایا:

مَا الْمَسْؤُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ، وَلٰكِنْ سَأُحَدِّثُكَ عَنْ أَشْرَاطِهَا .

''میں آپ سے زیادہ نہیں جانتا، البتہ اس کی علامات بتا دیتا ہوں۔''

(صحيح البخاري : ٤٧٧٧، صحيح مسلم : ٩)

(جواب): حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (774ھ) اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

أَيْ تَسَاوٰي فِي الْعِجْزِ عَنْ دَرْكِ ذٰلِكَ عَلْمُ الْمَسْؤُولِ وَالسَّائِلِ .

''وقوعِ قیامت کے حوالے سے سائل ومسئول کا علم برابر ہے۔''

(تفسير ابن كثير : 4/680)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (852ھ) فرماتے ہیں:

أَيْ إِنَّ كُلَّ مَسْؤُولٍ وَّكُلَّ سَائِلٍ فَهُوَ كَذٰلِكَ .

''اس بارہ میں ہر سوال کرنے والا اور جس سے سوال کیا جائے، برابر ہیں۔''

(فتح الباري :1/121)

علامہ ابن رجب رحمہ اللہ (795ھ) فرماتے ہیں:

مَعْنَاهُ إِنَّ النَّاسَ كُلَّهُمْ فِي وَقْتِ السَّاعَةِ سَوَاءٌ، وَكُلُّهُمْ غَيْرُ عَالِمِينَ بِهٖ عَلَى الْحَقِيقَةِ .

''اس کا مطلب ہے کہ تمام لوگ قیامت کے علم میں برابر ہیں، انہیں اس کا حقیقی علم نہیں۔''

(فتح الباري لابن رجب :1/196)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (751ھ) فرماتے ہیں:

''آج کل بعض نام نہاد علما دعویٰ کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو وقوع قیامت کا علم تھا، ان سے کہا گیا کہ حدیث جبریل میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے بارے میں فرمایا تھا کہ میں بھی اس مسئلہ میں جبریل کی طرح ہوں۔ (صحیح مسلم:۹۳) تو معنوی تحریف کرتے ہوئے کہنے لگے کہ اس سے مراد یہ تھی کہ میں اور جبریل دونوں اس کا علم رکھتے ہیں، یہ سب سے بڑی جہالت اور قبیح

ترین تحریف ہے۔ اللہ کے پیغمبر ﷺ، ایک ایسے شخص کو، جسے لوگ بدوی خیال کر رہے تھے، کیسے کہہ سکتے تھے کہ میں اور آپ دونوں قیامت کو جانتے ہیں؟ ممکن ہے کہ یہ لوگ کہہ دیں کہ آپ ﷺ جبریل کو پہچان رہے تھے۔ لیکن اپنے اس فرمان میں سچے تھے کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جبریل کسی بھی صورت میں آئے، تو میں نے پہچان لیے، مگر میں اس صورت میں انہیں نہیں پہچان سکا۔ (مسند الامام احمد : ۱/۵۳، وسندہ صحیح) ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں: جبریل علیہ السلام کسی بھی شکل میں مجھ پر مشتبہ نہیں ہوئے، سوائے اس مرتبہ کے۔ (صحیح ابن خزیمہ : ۱، صحیح ابن حبان : ۱۷۳، وسندہ صحیح) ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ آپ ﷺ نے (جبریل علیہ السلام کے جانے کے بعد) فرمایا: اس بدوی کو میرے پاس واپس لائیے۔ صحابہ کرام گئے اور تلاش کیا، لیکن وہ مل نہ سکے۔ (صحیح بخاری: ۵۰، ۴۷۷۷، صحیح مسلم: ۹۷) یقیناً نبی اکرم ﷺ کو جبریل علیہ السلام کے بارے میں ایک عرصہ بعد معلوم ہوا تھا، جیسا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں ایک عرصہ انتظار کرتا رہا، پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے عمر! معلوم ہے کہ سوال کرنے والا کون تھا؟ (صحیح مسلم: ۹۳) جبکہ حدیث میں تحریف معنوی کرنے والوں کا کہنا ہے کہ سوال کرتے وقت ہی رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہو گیا تھا کہ یہ جبریل ہیں، لیکن آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو ایک عرصہ بعد یہ بات بتائی تھی۔ پھر اس حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ جس سے سوال کیا جا رہا ہے، وہ اس بارے میں سوال کرنے والے سے زیادہ علم نہیں رکھتا۔ (صحیح مسلم: ۹۳) یہ بات عام ہے، ہر وہ شخص جس سے قیامت

کے بارے میں سوال کیا جائے اور ہر وہ شخص جو سوال کرے، دونوں کی حالت یہی ہوتی ہے (کہ انہیں قیامت کے بارے میں علم نہیں ہوتا)۔ جبکہ ان کے غالی موقف کے مطابق رسول اللہ ﷺ کا علم اللہ تعالیٰ کے علم پر منطبق ہو گیا ہے۔ ان کے بقول ہر وہ چیز جسے اللہ تعالیٰ جانتا ہے، اسے رسول اللہ ﷺ بھی جانتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ﴾(التوبة : ۱۰۱) ”تمھارے آس پاس جو دیہاتی ہیں، ان میں بعض منافق ہیں اور بعض اہل مدینہ بھی نفاق پر اڑے ہوئے ہیں۔ اے نبی! انھیں آپ نہیں جانتے، ہم جانتے ہیں۔“ یہ فرمانِ باری تعالیٰ سورت براءت میں ہے اور سورت براءت کے بھی آخر میں، سورت براءت قرآنِ کریم کے ان مقامات میں سے ہے، جو آخر میں نازل ہوئے۔ یہ اس وقت کی حالت ہے، جب منافقین مدینہ میں آپ کے پڑوس میں رہتے تھے۔ اسی طرح سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہار کے گم ہونے کا واقعہ ہے، آپ ﷺ نے ہار تلاش کرنے کے لیے صحابہ کو بھیجا۔ پھر جب اونٹ کو اٹھایا گیا، تو ہار اسی کے نیچے سے مل گیا۔ (صحیح بخاری: ۴۷۵) اسی طرح کھجوروں کی پیوند کاری والی حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے اہل مدینہ سے فرمایا: میرا نہیں خیال کہ آپ پیوند چھوڑیں، تو کوئی نقصان ہو۔ اہل مدینہ نے پیوند چھوڑ دی، تو پھل کم آیا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: آپ دنیاوی معاملات مجھ سے بہتر جانتے ہو۔ (صحیح مسلم: ۱۸۳۶) اللہ تعالیٰ کا فرمان بھی ہے: ﴿قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي

خَزَائِنُ اللّٰهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ﴾(الأنعام : ٥٠)''نبی! کہہ دیجیے کہ میں یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں۔ میں غیب بھی نہیں جانتا۔''، نیز فرمایا : ﴿وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ﴾ (الأعراف : ١٨٨)''میں غیب جانتا ہوتا تو بہت سی بھلائیاں جمع کر لیتا۔'' جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت تک حقیقت معلوم نہ ہوئی جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے برأت نازل نہیں ہوئی۔ ان غالیوں کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقت حال کا علم تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے علیحدگی اختیار کرنے کے بارے میں صحابہ کرام سے مشورہ کیا اور لونڈی (بریرہ رضی اللہ عنہا) کو بلا کر پوچھ گچھ کی، حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری صورت حال معلوم تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ بھی فرمایا کہ اگر گناہ ہو گیا ہے، تو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لیں۔ (صحیح بخاری: ۴۷۵۰)، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یقینی طور پر معلوم تھا کہ انہوں نے کوئی گناہ نہیں کیا!!! ان لوگوں کو ایسی لغو باتیں کرنے پر اس عقیدے نے آمادہ کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گناہ معاف کر دیں گے اور ان کو جنت میں داخل کر دیں گے۔ ان کا خیال ہے کہ وہ جتنا غلو کریں گے، اتنا زیادہ آپ کے مقرب اور خاص بن جائیں گے، حالانکہ یہ لوگ سب لوگوں سے بڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوامر اور آپ کی سنتوں کے مخالف و نافرمان ہیں۔ یہ لوگ واضح طور پر ان نصاریٰ سے مشابہت رکھتے ہیں جنہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بہت زیادہ غلو سے کام لیا اور ان کی شریعت کی بہت زیادہ مخالفت کی۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اپنے فاسد عقائد کو

رواج دینے کے لیے یہ لوگ واضح جھوٹی احادیث کی تصدیق کرتے ہیں، جبکہ صحیح احادیث میں تحریف معنوی کرتے ہیں۔"

(المنار المُنیف، ص81۔ 84)

یہی عبارت من وعن علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (۱۰۱۴ھ) نے الموضوعات الکبریٰ المعروف بہ "موضاتِ کبیر" (ص۱۱۹) میں نقل کی ہے۔

بات بالکل واضح ہے کہ جبریل علیہ السلام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وقوع قیامت کے بارے میں پوچھا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس حوالے سے سائل ومسئول دونوں کا علم برابر ہے۔ یعنی عدم علم میں ہم دونوں مساوی ہیں۔ آپ کو بھی علم نہیں اور مجھے بھی معلوم نہیں کہ قیامت کب واقع ہو گی؟ ہاں قیامت کی چند نشانیاں میں آپ کو بتائے دیتا ہوں۔ یہ علامات اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی تھیں، لیکن قیامت کا قطعی علم آپ کو نہیں دیا۔